رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱۸۰

شرح چندہ
سالانہ ... ے
ششماہی ... ؎
سہ ماہی ... عہ

قیمت فی پرچہ ۲ر

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

اڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر

شرح چندہ
سالانہ ... ے
ششماہی ... ؎
سہ ماہی ... عہ

قیمت پرانا پرچہ ۴ر

جلد | ۵ بہمن ۱۳۵۵ف | ۲ محرم ۱۳۶۵ھ | ۸ دسمبر ۴۵ء شنبہ | نمبر ۲۳

ایران سے اتحادی فوجوں کے تخلیہ کا مسئلہ

اور سویٹ روس کی روش

کہا جاتا ہے کہ سویٹ روس نے حکومت ایران پر یہ بات واضح کر دی ہے کہ ماسکو کو آذربائیجان کے مطالبہ خود مختاری سے کافی ہمدردی ہے۔ روس کے ایک اخبار نے آذربائیجان کی عوامی جماعت کا ایک اعلان شائع کیا ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آذربائیجان کو ایرانی مملکت کے اندر اپنی قسمت کو متعین کرنے کا حق حاصل ہے۔ اس اخبار نے شمالی ایران کے حالیہ واقعات پر تفصیلی بحث کی ہے۔ اس اطلاع کی تردید کی گئی ہے کہ طہران سے ایک وفد شمالی ایران کی صورت حال پر گفتگو کرنے کے لئے ماسکو جا رہا ہے۔ ایرانی پارلیمنٹ میں مباحثہ کے وقت ایک رکن نے سویٹ روس پر یہ الزام لگایا کہ وہ معاہدہ کی شرائط کے خلاف عمل کر رہا ہے۔ اس رکن نے کہا کہ سویٹ روس کے عہدہ داروں نے سہ دولی معاہدہ کے فقرہ (۴) اور نمبر ۵ کے اس اعلان کے خلاف عمل کیا ہے جس پر اکابر شاہ نے اپنے دستخط ثبت کئے تھے۔ ایرانی فوج کی نقل و حرکت میں مزاحمت پیدا کرنے کی وجہ سے شمالی ایران میں انتشار پھیلا ہوا ہے۔ اور باغیوں کو پوری طرح آزادی عمل حاصل ہے۔

ایرانی پارلیمنٹ کے اسی رکن نے وزیر اعظم سے یہ سوال کیا ہے کہ ایرانی فوج نے اپنی نقل و حرکت مکمل کیوں نہیں کی۔

ماسکو میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ روس نے یہ روش اس لئے اختیار کی کہ ایرانی فوج کی نقل و حرکت سے اس رقبہ میں انتشار پیدا ہو جاتا جہاں نظم و امن قائم رکھنا سرخ فوج کا فرض ہے۔ لندن کے با خبر حلقوں میں بیان کیا جاتا ہے کہ برطانیہ امریکہ کی اس یادداشت کی تائید کر رہا ہے۔ جس میں روس سے خواہش کی گئی ہے کہ یکم جنوری ۱۹۴۶ء تک اتحادی فوجیں ایران سے ہٹا لی جائیں۔ بہرحال یہ سمجھا جاتا ہے کہ برطانوی فوجوں کا تخلیہ دو امور پر مبنی ہوگا۔ ایک تو یہ کہ برطانیہ کے ساتھ سویٹ روس بھی اپنی فوجیں ہٹالے اور دوسرے یہ کہ اس سال کے ختم تک یا یکم جنوری تک سارا فوجوں کا تخلیہ عملاً ممکن ہو۔

لندن میں باخبر حلقوں کو تعجب ہے کہ آیا یہ دو شرائط پورے ہو سکیں گے۔ "اکابر خمسہ" کے وزرائے خارجہ کا جس وقت ایک اجتماع گزشتہ ستمبر میں عمل میں آیا تھا یہ تجویز پیش کی گئی تھی کہ ایران سے اتحادی فوجیں فوراً ہٹالی جائیں مگر سویٹ روس نے اس تجویز کو قبول نہیں کیا۔ اس امر کے قرائن نہیں پائے جاتے کہ پوٹسڈم میں ایران سے فوجوں کے تخلیہ کی جو تاریخ ۲ مارچ ۱۹۴۶ء منظور کی گئی تھی اس کو بدل کر کوئی قریب تر تاریخ مقرر کرنے پر روس راضی ہوگا۔

اتحادی فوجوں کے تخلیہ سے ایران کی صورت حال میں بہتری پیدا ہوگی اور ان واقعات کا اعادہ نہ ہوگا جو ایرانی فوجوں کی نقل و حرکت میں روس کی مزاحمت سے رونما ہوئے تھے۔ اس کے باوجود لندن کے باخبر حلقوں کا خیال ہے کہ سویٹ روس اور ایران کی کشیدگی کا مسئلہ حل نہیں ہوگا۔

کشیدگی اس لئے پیدا ہوئی کہ آذربائیجان کی تحریک خود مختاری کی تائید اور حمایت سویٹ روس کے اخبارات کھلے طور پر کر رہے ہیں۔ سویٹ ریڈیو نے ابھی حال میں ایرانی حکومت پر حملے کئے کہ اتحادی فوجوں کے تخلیہ سے ایران کا تردد کم ہو جائے گا لیکن یہ فرض کرنے کی کوئی وجہ نہیں پائی جاتی کہ حکومت ایران سے روس کی مخالفت خود بخود ختم ہو جائے گی۔

جب اتحادی فوجیں ۱۹۴۱ء میں ایران میں داخل ہوئی تھیں تو ۱۹۴۲ء کے معاہدہ میں یہ شرط رکھی گئی تھی کہ جرمنی اور جاپان کے خلاف جنگ کے اختتام سے چھ ماہ کے بعد فوجوں کا تخلیہ کر دیا جائے گا۔ جنگ جاپان کے اختتام کے بعد چھ ماہ کی مدت ۲ مارچ ۱۹۴۶ء کو ختم ہوتی ہے۔ برطانیہ کے وزیر خارجہ نے سویٹ روس کے وزیر خارجہ کو اپنے ایک مکتوب میں یہی تاریخ بتائی تھی اور یہ تجویز پیش کی تھی کہ چونکہ فوجوں کا جنگی کام ختم ہو چکا ہے اس لئے سویٹ روس کو وسط دسمبر ۱۹۴۵ء میں فوجوں کے تخلیہ پر رضامند ہو جانا چاہئے۔ اس میں ایک استثنا یہ تھا کہ جنوبی تیل کے رقبہ میں برطانوی فوجوں کو اور آذربائیجان میں روسی فوجوں کو مارچ ۱۹۴۶ء تک رکھا جا سکتا ہے۔ مگر سویٹ روس کے وزیر خارجہ نے

باقی بر صفحہ ۹ کالم ۲

ہفتہ وار
مملکت

۵؍ بہمن ۱۳۵۵ف

زمین پر محنت کرنے والوں کی حفاظت

بیان کیا جاتا ہے کہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں ایسے کاشتکاروں کی تعداد جو خود اپنی زمین نہیں رکھتے بلکہ دوسروں کی زمین تولی لے کر کاشت کرتے ہیں تقریباً نو یا دس لاکھ ہے۔ کسی زمانہ میں یہی اشخاص ان زمینات کے مالک تھے لیکن خدا بھلا کرے ان مردم خوار انسانوں کا جنہوں نے سود کے پھندے میں ان پٹہ داروں کو پھنسا کر ان کی زمینات کو کوڑیوں کے مول اپنے قبضہ میں لے لیا۔ اس ملک کے کاشتکاروں کو اس لعنت سے بچانے کے لئے حکومت سرکار عالی نے قانون انسداد انتقال اراضی نافذ کیا مگر ان لیڈروں نے جو کاشتکاروں کی فلاح و بہبود کے نعرے لگاتے تھے اس قانون کی مخالفت کی اور یہ کوشش کی کہ رعایا اس قانون سے کما حقہ استفادہ نہ کر سکے چہ آیا کہ حکومت زمینداروں یا پٹہ داروں کی حکومت نہیں ہے کہ وہ کاشتکاروں کی تخریب یا استحصال کرے۔ اسی لئے حکومت نے متواتر ایسے قانون نافذ کئے جن سے کاشتکاروں کے حقیقی مفادات کی حفاظت ہو سکے۔ ایسے قوانین میں قانون ممانعت قرضہ، قانون قرض دہندگان، قانون انسداد سوداگران، اور قانون تحفظ حقوق تولداران وغیرہ ہیں۔

ہم نے اکثر پٹہ داروں اور ان کے کارندے یعنی لیڈروں کو یہ کہتے سنا ہے کہ حیدرآباد میں رعایا سے بہت سختیاں ہیں لیکن تولداروں سے یہی اصحاب جو لگان وصول کرتے ہیں انہیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ الزام کس درجہ بے بنیاد ہے۔ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ جس زمین کا دھارا (۳۲) روپیہ سالانہ مقرر کیا گیا تھا اس کو پٹہ داروں نے سالانہ (۲۰) روپیہ کے تول پر اٹھایا تھا۔ لیکن تولدار سے اتنا سنگین لگان وصول کرنے کے باوجود اس غریب کو اس کی طمانیت یا ضمانت نہیں دی جاتی کہ جس اراضی پر وہ محنت کرتا ہے اور جس اراضی پر وہ اپنا روپیہ لگاتا ہے اس اراضی سے وہ بے دخل نہیں کیا جائے گا پٹہ داروں کا عمل یہ رہتا ہے کہ کسی تولدار کو سال یا دو سال سے زیادہ مدت کے لئے زمین تول پر نہیں دیتے۔ جب یہ صورت ہو تو ہم تولداروں سے کیا توقع رکھیں کہ وہ زمین پر دلچسپی سے کام کریں گے یا وہ زمین کو بہتر بنانے کی کوشش کریں گے یا کیا دلچسپی لیں گے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زمینات کی حالت دن بدن سقیم ہوتی جاتی اور پیداوار گھٹتی جاتی ہے اسی اعتبار سے حکومت نے قانون تحفظ حقوق تولداران نافذ کر کے زراعت پیشہ طبقہ پر بڑا احسان کیا ہے۔ یہ قانون مالکین اراضی کو اس کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ تولداروں کو جب ان کا جی چاہے بے دخل کر دیں۔ اس قانون کی رو سے وہ تولدار جو (۶) سال یا اس سے زائد عرصہ سے اراضی کی کاشت کر رہے ہوں محفوظ آسامیاں تسلیم متصور ہوں گے اور جب تک وہ مقررہ زر لگان پابندی سے ادا کرتے رہیں اور اراضی کو کوئی مستقل نقصان نہ پہنچائیں اراضی سے بے دخل نہیں کئے جا سکیں گے۔ مالک اراضی اگر بذات خود کاشت کرنا چاہے یا کسی غیر زراعتی غرض کے لئے اس کو زمین کی ضرورت ہو تو وہ تولدار کو ایک سال قبل نوٹس دے کر اور تولدار نے اراضی میں جو ترقی دی ہو اس کا معاوضہ ادا کر کے تولدار کو اراضی سے بے دخل کر سکے گا۔ مالک اراضی اور تولدار کے مابین زر لگان کے متعلق کوئی نزاع ہو تو تحصیلدار کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی صوابدید سے واجبی لگان کا تعین کر دے۔ اگر تولدار نے اپنے تولی زمینات میں درخت نصب کئے ہوں تو یہ درخت تولدار کی ملک متصور ہوں گے۔ اور بے دخلی کی صورت میں تولدار کو ایسے درختوں کا معاوضہ واجب الادا ہوگا۔ بدحالی کے زمانہ میں زر لگان کی وصولی کا التوا اور معافی کے بارے میں بھی احکام درج کئے گئے ہیں۔ تاکہ تولدار ایسے زمانہ میں ادائی زر لگان کی ادائی کے لئے پریشان نہ کئے جائیں اور بصورت عدم ادائی اراضی سے بے دخل کئے جائیں۔

ہمیں توقع ہے کہ حیدرآبادی لیڈران بھی اس امر کی کوشش کریں گے کہ تولدار طبقہ اس قانون کے فوائد و مضرات سے اچھی طرح واقف ہو جائے اور اس سے پورا پورا استفادہ کرے۔

استرداد سکندرآباد

سکندرآباد کے شہری رقبہ کے استرداد کی خبر سے ہمیں کوئی خاص مسرت نہیں ہوئی ہم صرف اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ حق بحقدار رسید۔ ہمیں حقیقی مسرت اس وقت ہوگی جب کہ حیدرآباد کے دیرینہ مطالبات تسلیم کر لئے جائیں گے اور مملکت آصفیہ کو وہ حیثیت اور عظمت حاصل ہو جائے گی جس کی وہ مستحق ہے۔ جہاں تک استرداد سکندرآباد کے معاہدہ کا تعلق ہے اس کے دو فقرے قابل غور ہیں۔ فقرہ (۲) میں بیان کیا گیا ہے :-

"حکومت اعلیٰحضرت بندگان عالی اس امر پر رضامندی ظاہر کرتی ہے کہ وہ سرکار عظمت مدار کو رقبۂ غیر مستردہ کے انتظام کے لئے شرائط مذکورہ ذیل کے تابع سالانہ اس قدر رقم کے مساوی رقم ادا کرے گی جو اس رقبہ کے موازنہ میں اخراجات کے لئے کم پائی جائے۔"

یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ جن علاقے کے نظم و نسق کو چلانے کی ذمہ داری حکومت سرکار عالی پر عائد نہیں ہے یا جس میں اس کا دخل نہیں ہے اس کے اخراجات کی پابجائی کی ذمہ داری اس پر کس طرح عائد ہو سکتی ہے؟ یہ بھی ظاہر

...یہی ہو سکتا ہے کہ اس رقم کی مقدار کیا ہو گی جو حکومت سرکار عالی بطور امداد ادا کرے گی؟

تجویز نامہ کے فقرہ (۶) میں بیان کیا گیا ہے کہ:

"رقبہ متروکہ میں جو طریقہ تعلیم رائج ہے اس کو تاریخ انتزاع رقبہ مذکورہ سے ۲۰ سال تک عملاً قائم رہنے دیا جائے گا اس کے بعد اولیائے متعلقہ کی خواہشات کا واجبی طور پر لحاظ کرتے ہوئے اس کی ترمیم کی جا سکے گی مگر شرط یہ ہے کہ اگر اس اثنا میں کوئی خانگی امدادی ثانوی مدرسہ یا کوئی ایسا ثانوی مدرسہ جس کو سرکاری امداد دی جاتی ہو علیحدہ طور پر خواہش کرنے یا سرکاری مدرسہ ثانوی کے طلبہ کے والدین کی غالب تعداد اس زبان کی تبدیلی کی خواہش کریں جس میں تعلیم دی جاتی ہو تو تجویز نامہ ہذا میں کوئی امر حکومت اعلیٰحضرت [illegible] کے ایسی تبدیلی کی اجازت عطا کرنے میں مانع نہ ہو گا۔"

ہونا تو یہ چاہیے کہ ایک مدت معینہ کے اندر رقبہ متروکہ میں اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دیا جاتا۔ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ حکومت سرکار عالی نے حیدرآباد میں اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دے کر ایک عوامی نظام تعلیم کے اصول کو تسلیم کر لیا ہے مملکت آصفیہ کے [illegible] یہ تقاضا ہے کہ یہ نظام تعلیم مملکت کے ہر گوشہ میں رائج کر دیا جائے مگر ہمارے ہاں ابھی تک نظام تعلیم میں دوعملی موجود ہے اور اس دوعملی کا یہ نتیجہ مترتب ہوتا ہے کہ ملک میں وہ مشترکہ شعور پیدا ہونے نہیں پاتا جو ایک مشترک تہذیب کے نشوونما کے لئے ضروری ہے۔ نظام تعلیم کی دوعملی باشندگان ملک میں مشترکہ شہریت کا احساس نہیں پیدا کرتی بلکہ ان کو دو مختلف سمتوں کی طرف لے جاتی ہے۔ انتزاع سکندرآباد کے تجویز نامہ میں اگرچہ یہ لچک رکھی گئی ہے کہ بعض شرائط کی تکمیل پر موجودہ طریقہ تعلیم میں تبدیلی کی جا سکے گی مگر ہم جانتے ہیں کہ ہمارے ملک میں بعض عناصر ایسے موجود ہیں جو ہمیشہ ان شرائط کی تکمیل میں حائل ہوتے رہیں گے ہماری یہ تمنا تھی کہ متروکہ رقبہ میں غیر مشروط طور پر موجودہ طریقہ تعلیم میں تبدیلی کرنے کا اختیار حکومت سرکار عالی حاصل کر لیتی بہر حال ہماری یہ دعا ہے کہ باشندگان سکندرآباد نظام تعلیم کی یکسانیت کے فوائد کو مدنظر رکھ کر موجودہ طریقہ تعلیم میں تبدیلی کا جلد سے جلد مطالبہ کریں۔

پریس کانفرنس میں اس سوال کے جواب میں کہ جس طرح شہر حیدرآباد کے باوجود شہر سکندرآباد کی ترقی عمل میں آئی اور پارچہ سوت، اور سونے چاندی کا مرکز رفتہ رفتہ سکندرآباد بن گیا تو کیا اس کا بھی امکان ہے کہ غیر متروکہ رقبہ میں ایک نیا شہر رفتہ رفتہ وجود میں آ جائے اور کاروبار وہاں منتقل ہو جائیں حکومت کی جانب سے یہ طمانیت دلائی گئی ہے کہ غیر متروکہ رقبہ میں کسی جدید شہر کی تعمیر عمل میں نہیں آئے گی۔ کاروباری نقطہ نظر سے یہ طمانیت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

انسداد رشوت ستانی

ایک عدالت خصوصی کا قیام

محکمہ رسد میں رشوت ستانی کے امکانی مقدمات کی سماعت کرنے کے لئے حکومت نے ایک خاص ثالثی عدالت (کمیشن) مقرر کی ہے جو مجلس مالگذاری کے [illegible] مسٹر ہگل ونکٹ راما ریڈی پر مشتمل ہو گی ایسے مقدمات کی تحقیقات کرنے کے لئے نائب صدر ناظم (خفیہ) کے تحت زائد عملہ مقرر کیا گیا ہے۔ اس خاص ثالثی عدالت کے اجلاس شہر میں کسی ماہ میں [illegible] تک مسلسل ہوتے رہیں گے۔ جب تک کہ ضرورت ہو۔ یہ عدالت جب ضرورت پڑے اضلاع کا بھی دورہ کرے گی۔ اور ضلع وار ہی مستقروں پر اس کے اجلاس منعقد ہوں گے اس سلسلہ میں اول تعلقدار کے نام شخصی طور پر یا ڈاک کے ذریعہ شکایتیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ جو شکایتیں وصول ہوں گی انہیں معمولاً نائب صدر ناظم (خفیہ) کے پاس رجوع کیا جائیگا۔ جو خصوصی تحقیقاتی عملہ کے ذریعہ فوری ابتدائی چھان بین کریں گے۔ اگر کسی شکایت کی تائید میں بدیہی شہادت موجود ہو تو نائب صدر ناظم (خفیہ) حکومت سے درخواست کریں گے کہ متعلقہ افسر کے بارے میں تفتیش کرنے اور ان کے خلاف مقدمہ چلانے کی منظوری دی جائے۔ حکومت خاص صورتوں میں ابتدائی تحقیقات کے بغیر کسی شکایت کی تفتیش کا حکم دے سکے گی۔

سرکاری ملازمین کے خلاف مقدمہ چلانے کے لئے حکومت کی منظوری حاصل کرنے کے طریقہ کار کو مختصر کیا گیا ہے تاکہ کارروائی میں تاخیر نہ ہو جن عہدہ داروں کا انتہائی گریڈ آٹھ سو روپے ماہانہ ہے ان کے خلاف مقدمہ چلانے کے لئے معتمد کی منظوری کافی ہوگی۔ اس سے زیادہ گریڈ کے عہدہ داروں کے لئے معزز صدر المہام کی منظوری حاصل کی جائے گی۔

یہ ثالثی عدالت کسی بدعنوانی کے متعلق اپنے اختیارات اس وقت تک استعمال نہ کرے گی جب تک کسی پولیس افسر کی طرف سے جس کا درجہ انسپکٹر سے کم نہ ہو ایسی بدعنوانیوں سے متعلق واقعات کی تحریری رپورٹ پیش نہ ہو۔ ملزم اگر چاہے تو کسی وکیل کے توسط سے پیروی کر سکتا ہے اس خاص ثالثی عدالت کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ قابل استحقاق صورتوں میں اطلاع دینے والوں کیلئے انعام کی سفارش کرے البتہ اگر اطلاع دینے والے نے خود رشوت دی ہے تو وہ کسی انعام کا مستحق نہ ہوگا۔

صدر اعظم باجلاس خاص محکمہ کے ذریعہ یہ ہدایت دے سکتے ہیں کہ [illegible] میں رشوت ستانی سے متعلق کوئی مقدمہ جو عدالت العالیہ کے سوا کسی عدالت میں زیر تصفیہ ہو اس خاص ثالثی عدالت کے تحت منتقل کیا جائے۔

بینکوں، مستاجروں، جاگیرداروں اور حیدرآباد کرشیل کارپوریشن میں خدمت انجام دینے والے تمام اشخاص اور محکمہ رسد کی غرض سے کام کرنے والے تمام اشخاص اس خصوصی عدالت کے آگے مقدمہ کی غرض کے لئے سرکاری ملازم متصور ہوں گے۔

بنگال کے زمینداروں کو مسٹر بوس کی خفیہ ہدایت

کانگریسی سیاست کی پستی

مسٹر شرت چندر بوس نے بمبئی میں ۹ نومبر کو ڈینگ ماری تھی کہ "اگر" پچھ بیسے میں مسلم لیگ کا تختہ الٹ جائے تو انہیں تعجب نہیں ہوگا۔ بنگال میں مرکزی اسمبلی کی مسلم نشستوں کے متعلق ان کا خیال تھا کہ "مقابلہ سخت ہوگا لیکن ہمیں پچیس فی صدی مسلم نشستیں جیتنے کی پوری امید ہے۔"

بنگال پہونچ کر مسٹر بوس پچاس فی صدی مسلم نشستیں جیتنے کے لیے انتہائی غیر جمہوری کمینے ہتھکنڈے اختیار کر رہے ہیں۔ ڈھاکہ میمن سنگھ حلقے سے مسلم لیگی امیدوار مولوی تمیز الدین خاں صاحب کے مقابلہ میں سر عبدالحلیم غزنوی کھڑے ہوئے ہیں۔ اس علاقہ میں کاشتکار زیادہ تر مسلمان ہیں اور زمیندار زیادہ تر ہندو ہیں۔ ان تمام ہندو زمینداروں کو مسٹر بوس نے خط لکھا ہے جس میں مشورہ دیا ہے کہ سر عبدالحلیم غزنوی کو کامیاب بنانے کے لیے اپنے مسلم کاشتکاروں اور رعایا کو ہدایت کریں کہ وہ غزنوی کو ووٹ دیں۔

ہم ذیل میں ان کے خط کے چند اقتباسات شائع کرتے ہیں۔

"میرے دوست سر عبدالحلیم غزنوی مرکزی اسمبلی کے الیکشن کے لیے اپنے حلقہ انتخاب ڈھاکہ اور میمن سنگھ اسلم حلقہ سے امیدوار ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے ملک کی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ حکومت کے ساتھ بنگال کے مسلمانوں کی نمائندگی وہ بیس سال سے اسمبلی میں کرتے ہیں اور ہمارا خیال ہے کہ اس نازک وقت میں ان کے بہترین اور مختلف تجربات سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے۔ اپنی پوری سیاسی زندگی میں انہوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اتحاد قائم کرنے کی بہت کوشش کی ہے اور ہمیشہ اپنی قوم پرستی کے جذبہ کو باقی رکھا ہے۔

اس لیے میں آپ لوگوں سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ مہربانی فرما کر ان کی حمایت کریں اور اپنے مسلمان ملازمین اور کاشتکاروں کو ہدایت کریں کہ وہ ان کو (غزنوی کو) ووٹ دیں ان کی کامیابی کے لیے آپ اور دوسری تدابیر بھی اختیار کریں۔"

سر عبدالحلیم غزنوی کی پچھلی سیاسی زندگی کا حال معلوم ہونے کے بعد خود مسٹر بوس کی سیاست کی پستی کا اندازہ مشکل نہیں رہتا۔ ۱۹۲۰ء سے ۱۹۳۰ء تک سر عبدالحلیم غزنوی ہر ملکی مسئلہ کے متعلق کانگریس اور رہنما ... کے مقابلہ میں حکومت کی حمایت کرتے رہے۔ مرکزی اسمبلی میں انہوں نے نمک پر ٹیکس بڑھانے میں سرکار کا ساتھ دیا۔ ۱۹۳۲ء میں جب حکومت بنگال کے قانون فوجداری میں بم پارٹی کے انقلابیوں کو کچلنے کے لیے ترمیم پاس کرنا چاہی تو اعتدال پسند رہنما بھی اسکی تائید کرنے پر تیار نہیں ہوئے لیکن غزنوی کا نام ان معدودے چند ٹوڈیوں کی فہرست میں شامل ہے جنہوں نے اس موقع پر بھی حکومت کی تائید کی تھی۔

اس سال مرکزی اسمبلی میں کانگریس اور لیگ نے ... کے مسئلہ پر حکومت کو شکست دینے کے لیے متحد ہوئی تھیں لیکن مسٹر غزنوی نے حکومت کے دامن میں پناہ لی۔

ان کے یہ کارنامے ہیں ان کی حمایت میں بنگال کے "انقلابی" مسٹر بوس صاحب لکھتے ہیں کہ غزنوی نے اپنی تمام سیاسی زندگی میں ہندوؤں اور مسلمانوں کو متحد کرنے کی بہترین خدمات انجام دیں ملکی مسائل کے متعلق ہمیشہ وہ قوم پرست نقطۂ نظر کے حامی رہے ہیں۔"

سر عبدالحلیم غزنوی ہندوؤں کے دوست ضرور ہیں لیکن ان کی دوستی ہندو عوام سے نہیں ہے۔ وہ برلا، ڈالمیا اور مارواڑی سرمایہ داروں کے ساتھ دلالی کا پیشہ یا کاروبار کرتے ہیں اسی وجہ سے انڈین ایوان تجارت کا صدر بنایا گیا تھا۔ آج بھی مسٹر غزنوی کہتے ہیں کہ بیوپاریوں کی انجمن کے ممبر ہیں۔

مسٹر بوس نے کلکتہ میں ۹ نومبر کو الیکشن کی مہم کا افتتاح کرتے ہوئے منافع خوروں کے خلاف غیظ و غضب کا اظہار کیا تھا۔ انہیں "ملک کا غدار" کہا تھا اور دھمکی دی تھی کہ اگر ہم ان لوگوں کو بے نقاب کا پتہ لگ گیا تو ان کو پھانسی دی جائے گی" مسٹر بوس نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ایسے منافع خوروں کی کانگریس میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ کیا ہم مسٹر بوس سے توقع رکھیں کہ وہ اپنی اس تقریر کی روشنی میں سر عبدالحلیم غزنوی کی سیاسی زندگی کا جائزہ لیں گے اور پھر ان کے متعلق عوام کے سامنے اپنی صحیح رائے کا اعلان کریں گے۔ لیکن ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور ہوتے ہیں اور کھانے کے اور۔

مسٹر بوس کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس کے مقابلہ میں سر عبدالحلیم غزنوی کی حمایت کر رہے ہیں لیگی امیدوار مولوی تمیز الدین خاں صاحب نے عدم تعاون کی تحریک میں وکالت چھوڑ دی اور تحریک خلافت کے سلسلہ میں دو سال کی قید کاٹی۔ جیل میں انہیں کرسی لگانے لگے۔ ان کا ایک ریزولیوشن ... ہونے کے بعد وہ ... ہو گئے۔ اور کئی دن تک پرزور بحث کرتے رہا۔ کانگریس سے وہ اس وقت علیحدہ ہوئے جب بنگال کے کانگریسی رہنماؤں نے ... مسلم دوست پالیسی سے منہ پھیر لیا۔ اس کے بعد انہوں نے مسلم لیگ میں شرکت کی اور وزیر تعلیم ہوگئے۔

"ہندوستان چھوڑ دو" کے جیالے اور "ایشیا خالی کرو" کا نعرہ بلند کرنے والے مسٹر شرت چندر بوس صرف غزنوی جیسے ٹوڈیوں کی حمایت ہی نہیں کر رہے ہیں بلکہ انہوں نے رجعت پسند تاجروں اور زمینداروں سے ربط و ضبط بھی پیدا کرنا شروع کر دیا۔

مسٹر عبدالرحمن صدیقی نے مسٹر بوس کو کلکتہ کلب میں دعوت دی۔ ... ملوں کے مالکوں کے ساتھ بھی مسٹر بوس نے دعوتیں کھائیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ مسٹر بوس کے چہیتے پچھلے بیس برس سے انہیں اصحاب نے بنگال کے لوٹ کا انتظام رکھ رہے ہیں۔

بنگال کے زمیندار ہمیشہ سے کسانوں کو لوٹتے رہتے ہیں حتیٰ کہ قحط کے زمانہ میں ان کے کرتوت دیکھ کر انسانیت کانپ اٹھی۔ انہیں زمینداروں کی وجہ سے بنگال کی ... ہے لیکن مسٹر شرت چندر بوس ۵۰ لاکھ روپے سالانہ آمدنی والے زمیندار مہاراجہ قاسم بازار اور مہاراجہ میمن سنگھ سے درخواست کر رہے ہیں کہ وہ مہاسبھا چھوڑ کر کانگریس میں شامل ہو جائیں۔

آج مسٹر بوس بنگال کانگریس کے ... بنے بیٹھے ہیں ان کا زمینداروں اور منافع خور تاجروں سے میل جول بڑھ رہا ہے جو کروڑوں بنگالیوں کو گزشتہ برس تک بھوکوں مارنے کے ذمہ دار ہیں۔ کیا کانگریس کی رہنمائی اسی بات پر ہے جس سے بنگال کی نجات ... ہو سکتی ہے؟

تہ نامہ

متعلق استرداد شہری رقبہ سکندرآباد

حکومت سرکار عالی کا پریس نوٹ

سکندرآباد کا شہری رقبہ جو تقریباً صدی قیصری کے اوائل سے سکندرآباد کی چھاؤنی کا جزو رہا ہے اس کے استرداد کی بابت حکومت سرکار عالی نے اپریل ۱۹۴۵ء مطابق خورداد ۱۳۵۴ف میں برطانوی نمائندہ کے پاس تحریک کی تھی۔ رقبہ مذکور کے استرداد سے متعلق تجاویز کی اصولی رضامندی جنوری ۱۹۳۹ء مطابق اسفندار ۱۳۴۸ف ہی میں حاصل ہو چکی تھی لیکن سرکاروں میں مالیاتی انتظامی اور دیگر انتظامی تفصیلات کا تصفیہ طویل بحث اور گفت و شنید کا موضوع بنا رہا۔ اور حال ہی میں تمام امور باہم تصفیہ پائے۔ یہ امور تہ نامہ کی یادداشت میں جو تاریخ استرداد یعنی یکم دسمبر ۱۹۴۵ء مطابق آذر ۱۳۵۵ف کو جریدۂ سرکار عالی کی غیر معمولی اشاعت میں شائع کی جا رہی ہے درج کئے گئے ہیں۔ ان میں سے زیادہ اہم مالیاتی اور انتظامی امور جنہیں عوام کو دلچسپی ہو سکتی ہے حسب ذیل ہیں۔

مالیاتی انتظامات آبکاری گزارہ جو سرکار عظمت مدار کو اس وقت تک اس قرارداد کی رو سے دیا جا رہا ہے جو ۱۸۹۱ء میں عمل میں آئی تھی استرداد کی تاریخ سے مسدود کیا جائے گا۔ اور حکومت سرکار عالی کی جانب سے اس قدر رقم کے مساوی رقم کی بازیابی کی جائے گی جو رقبہ غیر مستردہ کے انتظامات کے لئے کم پائی جائے۔ پہلے تین سال کے لئے طے پایا ہے کہ رقبہ مذکور کے موازنہ کی تفریط فی سالانہ ادا کی جائے گی اس کے بعد جو رقم بطور امداد دی جائے گی اس کا تعین سالانہ تین لاکھ اور دس سال کی مدت کے لئے کیا جائے گا۔ سکندرآباد لوکل فنڈ (آبکاری وغیرہ) کی رقوم زیر سلک جو منافع پر لگائی گئی ہیں رقبہ غیر مستردہ کی ضروریات آرائش شہر کے لئے گنجائش مہیا کرنے کے بعد رقبہ جات غیر مستردہ اور مستردہ کے درمیان (۲) اور (۵) کے تناسب سے تقسیم کی جائیں گی۔

عدالت اور کوتوالی کے انتظامات تہ نامہ کی رو سے (الف) ایسے مقدمات زیر سماعت جن کا تعلق تاریخ استرداد پر رقبہ مستردہ سے ہو ان کا تصفیہ رقبہ غیر مستردہ کی عدالتوں سے کیا جائے گا۔ (ب) بعض ایسے قوانین جو رقبہ جات زیر انتظام فی الوقت نافذ ہیں لیکن جو ممالک محروسہ سرکار عالی میں نافذ نہیں ہیں استرداد کے بعد بھی رقبہ مستردہ میں نافذ رہیں گے۔ اور (ج) عدالتوں کی زبان اردو ہوگی لیکن تاریخ استرداد سے پانچ سال کی مدت کے لئے مواثیق اور دعاوی وغیرہ کے ترجمے حاصل کرنے اور عدالتوں کو انگریزی زبان میں مخاطب کرنے کی بعض سہولتیں مہیا کی جائیں گی۔

رقبہ مستردہ کا عدالتی کام بر وقت انجام پانے کے لئے حکومت سرکار عالی ایک سشن جج ایک ناظم عدالت ضلع اور ایک منصف کا تقرر کر رہی ہے۔

رقبہ مستردہ کا کوتوالی انتظام بلدہ حیدرآباد کے کوتوالی انتظام میں ضم کر دیا جائے گا۔ اور کوتوالی بلدہ کے تحت رہے گا البتہ رقبہ مستردہ کے لئے ایک جداگانہ نائب کوتوال کا تقرر کیا جائے گا جن کے اختیارات موجودہ ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کے اختیارات کے مماثل ہوں گے۔

بلدی انتظام۔ رقبہ مستردہ کے لئے ایک علیحدہ بلدیہ قائم کی جائے گی جس کا صدر نشین بہ حیثیت عہدہ صدر ناظم مال ہوگا۔ اور اول تعلقدار کے درجہ کا ایک عہدہ دار اس کے ہمہ وقتی نائب صدر مجلس کی حیثیت سے کام انجام دے گا۔ آئین مجالس بلدی، تفصیلات اور آئین انتخابات متعلق صحت متعدی امراض کے ساتھ رقبہ مستردہ پر منطبق ہوں گے۔ اس وقت تک کے لئے جب تک کہ انتخابات عمل میں آئیں نامزدگی کے ذریعہ ایک عارضی مجلس بلدیہ قائم کی جا رہی ہے اور ایک یادداشت کے ساتھ سابقہ کنٹونمنٹ بورڈ (مجلس چھاؤنی) کے منتخب اراکان کو اس بلدیہ کے لئے نامزد کیا جا رہا ہے۔

حکومت سرکار عالی نے اس کا بھی تصفیہ کیا ہے کہ رقبہ مستردہ میں آرائش شہر کا کام جاری رکھا جائے اور اعلیٰحضرت بندگان عالی نے ازراہ خسروانہ ماون امپروومنٹ ٹرسٹ ( ) کے لئے اس کے دیگر ذرائع آمدنی کے علاوہ فی الحال دو سال کے لئے تین لاکھ روپیہ سالانہ ناقابل بازگشت عطیہ منظور فرمایا ہے۔

تعلیمی انتظامات حکومت سرکار عالی نے اس امر پر رضامندی ظاہر کی ہے کہ رقبہ مستردہ میں جو طریقہ تعلیم اس وقت رائج ہے اس کو تاریخ استرداد سے دس سال تک علی حالہٖ قائم رہنے دیا جائے گا۔ جس کے بعد ادارہ جات متعلقہ کی خواہشات کا بھی لحاظ کر کے اس کی نظر ثانی کی جائے گی۔ جو امداد تعلیمی اور دیگر ادارہ جات کو اس وقت دی جا رہی ہے وہ موجودہ اساس پر تین سال تک جاری رکھی جائے گی جس کے بعد اس کی ان قواعد کے تحت جو ممالک محروسہ میں ایسی امدادوں سے متعلق نافذ ہوں نظر ثانی کی جا سکے گی۔

منتقل شدہ ملازمین۔ وہ ملازمین جن کی خدمات استرداد پر حکومت سرکار عالی یا قائم شدہ بلدیہ کو منتقل ہوں گی ملازمت کے ان ہی شرائط اور قواعد کے پابند رہیں گے جو تاریخ استرداد پر ان پر منطبق ہوتے ہیں۔ لیکن قواعد چال چلن ملازمین سرکار عالی کا اطلاق ان پر اسی طرح ہوگا جس طرح کہ حکومت کے دیگر ملازمین پر ہوتا ہے۔

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بے عقیدہ :-

ڈاکٹر بی۔ ایس۔ راسٹ نے تجویز پیش کی کہ کانگریس، ہندو مہاسبھا، کمیونسٹ پارٹی اور مہاسبھا کی طرف سے ایک مشترکہ بیان شائع کیا جائے جس میں حکومت سے اس قانون کو منسوخ کرنے کی اپیل کی جائے۔ کیرو شنکر راؤ نے اس تجویز کی شدید مخالفت کی اور کہا کہ کانگریس دوسری جماعتوں کے ساتھ تعاون نہیں کر سکتی۔ مسٹر جی۔ بی۔ سنگھ نے کیرو راؤ سے اتفاق کیا۔ سنگھ کی سڑکوں پر خود سرت ہوں کہ لڑنے جانے والے ان کی بزدلی پر لعنت بھیج رہے ہیں۔ (نیا زمانہ)

ہفتہ گزشتہ کی اہم خبر یہ ہے کہ حیدرآباد کے ہندو اور مسلم قائدین میں سمجھوتہ ہو گیا۔ پنڈت رام چاری اور مولوی ابوالحسن سید علی نے طے کیا ہے کہ اختلافی مسائل کو دور کر کے تجویز کریں جہاں وہ ہی حکومت سے شرکت کا مطالبہ کیا جائے کہ تین ہندو اور تین مسلم کارکنوں کو کابینہ حکومت کی رکنیت دی جائے۔

معلوم نہیں یہ ہندو مسلم مفاہمت ہے یا عوام کے خلاف گہری سازش تھی۔ اس خصوص میں ہم مولوی غلام احمد خاں صاحب سابق معتمد دار و مستعبد اس کے کھلے حملے کا اظہار کر رہے ہیں۔

مولوی ابوالحسن سید علی صاحب ایک صحافتی بیان میں فرماتے ہیں کہ:- "دو روز سے اخبارات میں اجلاس شوریٰ کی جو خبر نواب علی یاور جنگ بہادر اور نواب رحمت یار جنگ بہادر کے تعلق سے جس صورت میں شائع ہوئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ کونسل کی کارروائی کوئی دیکھ سکتا ہے اور نہ میں نے دیکھی۔"

یہ خبر جس صورت میں شائع ہوئی ہے وہ مولوی صاحب نے شائع کرائی تھی۔ مگر اب جبکہ مولوی صاحب بیان سے بدل گئے ہیں ہم ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ ع

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی!!

مجلس اتحاد المسلمین کے صدر کی رائے:-

اس وقت غالباً ہندوستان کی تمام ریاستوں میں یہ سب سے بڑی ریاست ہی ایسا مقام ہے جہاں کی حکومت اتنی قوی اور مضبوط ہے کہ نہ وہ رائے عامہ سے متاثر ہوتی ہے اور نہ اس کی پرواہ کرتی ہے۔ اسکے اس حیثیت قائم کوئی سال ایسا نہیں گزرا جبکہ ملک کے نظم و نسق کی عام خرابیوں پر توجہ نہ دلائی گئی لیکن ان خرابیوں کی شکایت ابتدا سے تھی وہ آج تک باقی ہے۔

مولوی ابوالحسن سید علی صاحب کی رائے:-

میں حیدرآباد کے عوام کو مبارکباد دیتا ہوں کہ حضرت اقدس و اعلیٰ کی حکومت کے تحت آنے سے انہیں بہت زیادہ فائدہ ہوگا۔ حکومت حیدرآباد ہر حیثیت سے ایک نرالی حکومت ہے جس کا عوام کے ساتھ ہر طرح مربیانہ اور ہمدردی کا سلوک رہتا ہے۔

ہم سے بعض لوگوں نے دریافت کیا کہ ان میں سے کونسی رائے صحیح ہے۔ ہم نے جواب دیا کہ خادم جو کہتا ہے وہ صحیح ہے کیونکہ وہ قوم کا ستون ہے۔ اس میں چوں و چرا کی کوئی گنجائش نہیں۔

صوبہ متوسط کے سابق کانگریسی وزیر اعظم پنڈت شکلا نے ایک صحافتی بیان میں کہا کہ "مجھے امید ہے کہ حکومت نظام کے حق میں سکندرآباد کا استرداد برار کے استرداد کا پیش خیمہ ثابت نہ ہوگا۔"

اس موقع پر ہمیں "خویش عقرب" والا ایک فارسی شعر یاد آ گیا مگر شاید پنڈت شکلا فارسی نہیں سمجھ سکتے اس لئے ہم اس کو دہرانا نہیں چاہتے۔

معاشی طور پر جمہوریت سیاسی جمہوریت سے الگ نہیں کی جا سکتی یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ (رعیت)

مگر اس کا کیا جواب ہے کہ امریکہ میں سیاسی جمہوریت تو موجود ہے مگر معاشی دنیا کی جمہوریت نہیں۔ سرمایہ داروں اور زمینداروں کا اقتدار برقرار رکھ کر اور چھوت چھات اور ذات پات کے جھگڑے قائم رکھ کر سیاسی جمہوریت کا مطالبہ محض ہوس اقتدار ہے اور اس ہوس میں آپ کی جیت ہے سیاسی لیڈر تنہا نہیں اگرچہ وہ اصطلاحات بہت دلفریب استعمال کرتے ہیں۔

ہندوستانی ریاستوں میں رعایا کی قیادت اعلیٰ کے تسلط سے آزادی کی تحریک کی غرض یہی ہو گئی ہے کہ ریاستوں میں ذمہ دارانہ حکومت قائم کی جائے (رعیت)

اگر معاصر موصوف یہ کہنا چاہتا ہے کہ جب سے ریاست حیدرآباد میں قومی ذمہ دارانہ حکومت کا اعلان ہوا ہے وہاں عوام کی خوشی کی حالت باقی نہیں ہے تو وہ یا تو خود فریبی میں مبتلا ہے یا عوام فریبی کی کوشش کر رہا ہے۔ ع - نئے جال لائے پرانے شکاری

مولوی ابوالحسن سید علی صاحب کے خطبہ صدارت کی تعریف و توصیف کے بعد معاصر "رعیت" لکھتا ہے کہ وہ دن بہت جلد آئیں گے جبکہ ذمہ دارانہ حکومت کی حمایت اور مخالفت کا اختلاف بھی باقی نہیں رہیگا بلکہ ذمہ دارانہ حکومت کے آج کے مخالف کل زبردست حامی بن جائیں گے۔ رعیت کیا سچ ہے؟ ہمیں خبر نہ تھی کہ تیرگی کے آئینہ خانہ میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔

پیام کو علی گڑھ کے نام سے کد نہیں بلکہ وہ نام ہمیں بہت عزیز ہے (پیام)

ہم بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ آپ کو صرف ڈاکٹر ضیاء الدین سے کد ہے۔ اگر ڈاکٹر صاحب ایسے اثر میں رہتے تو آپ کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ پر تنقید کرنے کی نوبت ہی کیوں آتی؟

حیدرآباد میں اخبار ڈان کو ممنوع الداخلہ قرار دیا گیا (ایک خبر)

معاصر "پیام" اور "رعیت" کے سکوت میں کوئی تعجب نہیں ہے۔

"نوید"

سماج والوں کا دنیا میں راج ہے آج تک
زمانہ کا وہی اگلا نظام ہے آج تک
یہ اور بات ہے اب ہو گیا ہے ظلم حسین
فضا اگرچہ ہے مسموم زندگی ہے محال
ابھی زمانے نے بدلا نہیں ہے وہ پہلو
ابھی تک نہیں انھی جہاں سے زر کی ہوس
ابھی غریب کی قسمت امیر لکھتے ہیں
ابھی رسوم سے پائی نہیں جہاں نے نجات
ابھی رسائی میں آئی نہیں ہوائے دگر

سرود پہ ان کے حکومت کا تاج ہے آج تک
قدیم رسم غلامی بھی عام ہے آج تک
ہزاروں تو ان کی ہاریاں ہیں بھرنا جو ہیں
مگر ہے اب بھی دلوں میں حصول گل کا خیال
نمایاں اگر کے رہے گا جو اس نسل کا لہو
ابھی تو کارواں سنتا نہیں صدائے جرس
ابھی سماج کے ہاتھوں ضمیر بکتے ہیں
ابھی سماج کے پنجہ میں ڈھل رہی ہے حیات
مگر افق پہ چمکنے لگا ہے نور سحر

حیات نو کی ہوائیں جہاں میں آئیں گی
جواں دلوں کی تمنائیں رنگ لائیں گی

نظیم
یوسف نما

کانگریس اور پست اقوام

از

ڈاکٹر امبیڈکر

ڈاکٹر امبیڈکر نے "کانگریس اور گاندھی نے پست اقوام کے لئے کیا کیا" کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے۔ کتاب میں مصنف نے بہت وسیع مواد پیش کر کے بتایا ہے کہ سنہ ۱۹۱۷ء سے جبکہ کانگریس نے پہلی مرتبہ اچھوتوں سے متعلق اپنی قرارداد منظور کی تھی آج تک کانگریس اور پست اقوام کے تعلقات کیا رہے ہیں۔

ان تمام اقدامات کا تجزیہ کرنے کے بعد جو کانگریسی لیڈروں اور مسٹر گاندھی نے اس خصوص میں وقتاً فوقتاً کئے ہیں۔ ڈاکٹر امبیڈکر یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ان اقدامات کا منشا اچھوت جماعت کو شاہراہ پست قوم کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنا نہیں تھا ان کی ساری کوششوں کا مقصد یہ تھا کہ پست اقوام کو قومی زندگی میں ایک مستقل اور جداگانہ عنصر کی حیثیت سے نمودار ہونے سے روکا جائے۔ مگر ان کے لئے تحفظات مرتب کئے گئے۔ اس بنا پر مصنف تسلیم نہیں کرتے کہ کانگریس پست اقوام کی تائید کر رہی ہے اور پست اقوام کو کانگریس سے ہوشیار رہنے کی تلقین کرتا ہے۔

گزشتہ انتخابات میں کانگریس نے مختلف صوبہ واری مجالس مقننہ میں (۱۵۱) نشستوں میں سے جو پست اقوام کے لئے محفوظ تھیں (۷۸) نشستوں پر قبضہ کر لیا اس بنا پر کانگریس نے ادعا کیا ہے کہ وہ پست اقوام کی نمائندہ ہے۔ اس ادعا کی تردید کے لئے ڈاکٹر امبیڈکر نے مختلف صوبوں سے وہ اعداد جمع کئے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ پست اقوام نے کانگریس کی تائید یا مخالفت میں کس تعداد ووٹ دیئے۔ ان اعداد سے ظاہر ہوتا ہے کہ کانگریس نے اچھوتوں کے (۲۰۹۰۲۷۰) ووٹ حاصل کئے اور (۱۲۴۵۲۱۵) ووٹ کانگریس کے خلاف دیئے گئے۔ کانگریس نے اپنی مالی اور تنظیمی قوت اور تشہیری ذرائع کے باوجود اچھوتوں کے صرف (۱۸) فی صد ووٹ حاصل کئے۔ یہ ووٹ بھی اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کی قوت سے حاصل کئے گئے۔ یہ اعداد ایک طرف کانگریس کے دعوے نمائندگی کا ابطال کرتے ہیں اور دوسری طرف مخلوط انتخاب کے اس غیر منصفانہ طریقہ پر روشنی ڈالتے ہیں جو ایک ایسے سماج میں رائج کیا گیا ہے جو ذاتوں کی بنا پر منقسم ہے۔

کتاب کے ایک باب میں بدیسی افراد کو مخاطب کیا گیا ہے۔ برطانیہ عظمیٰ کے جمہوریت پسندوں کے اس رجحان کی مذمت کی گئی ہے کہ وہ ہندوستانی قوم سے ہمدردی کا اظہار کرتے وقت ہندوستان کے باشندوں کو بھول جاتے ہیں۔ مصنف نے ان پر یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ کانگریس "اونچے طبقوں کی ایک جماعت ہے" یہ "ایک بنیادی اتحاد ہے"۔

مصنف نے اس کتاب میں جابجا مستند اقتباسات اور اعداد پیش کئے ہیں مثال کے طور پر کانگریس کی مجلس عاملہ کی ایک قرارداد کا اقتباس جس میں ملک کے سیاسی مفاد کے استعمال سے بحث کی گئی ہے بہت دلچسپ ہے۔ اس اقتباس سے اس پر روشنی پڑتی ہے کہ غیر منظم طبقہ کی بابت کانگریسی حلقوں کا رویہ [illegible] مصنف کی اس کے لئے تنقید کرتا کہ موجودہ سماجی ہیئت کے متعلق پست اقوام قومی زندگی کا ایک مستقل اور جداگانہ عنصر ہیں۔ انہیں یہ حق حاصل ہے کہ جداگانہ انتخابات کے ذریعہ اپنے نمائندے منتخب کریں اور ملازمتوں میں آبادی کے تناسب سے انہیں جگہ دی جائے۔ پست اقوام کے یہ مطالبات جائز ہیں لیکن اچھوتوں کے مسئلہ پر ڈاکٹر امبیڈکر کی رائے قابل اعتراض ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصنف اس خیال کی طرف مائل ہیں کہ ہندوستانی سیاسیات میں جو بنیادی مسائل ہیں مختلف ذاتیں اور فرقے ہیں۔ یہ خیال ان کی زندگی اس تجویز کی طرف لے جاتا ہے کہ ایک بڑے پیمانہ پر سماجی اصلاح سے اچھوت کا مسئلہ حل ہو جاتا اور چونکہ ایسی عام تبدیلی کرنے کے امکانات بعید ہیں اور [illegible] مستقل ترتیب میں ان کی [illegible] یقین نہیں اس لئے وہ اچھوتوں کو ایک مستقل اقلیت سمجھنے کی طرف مائل ہیں۔ لیکن ایک ہمدرد نقطہ نظر یہ ہے کہ ذات پات اور اچھوت چھات [illegible] ہندوستان میں [illegible] سرمایہ داری [illegible] نظام ایک سماجی [illegible] مصنف [illegible] نظام میں [illegible] کی حمایت کرتا ہے [illegible] لیکن اس پالیسی کو تسلیم کرنے [illegible] نظام میں بنیادی تبدیلی کے بعد اچھوت چھات کا مسئلہ باقی نہیں رہے گا۔ اس نقطہ نظر سے اچھوت چھات کا [illegible] بالکل نہیں ہوگا۔

مثال کے طور پر [illegible] ترجیح دینے کے بجائے مصنف کو اس خیال کی طرف مائل کر دیا کہ کانگریس لیڈر میں اتحاد [illegible] بالکل [illegible] نہیں کیونکہ بہت لوگ جو [illegible] ہیں ہر گز کانگریس پر [illegible] ہیں زیادہ صحیح ہوگا کہ کانگریس [illegible] اور [illegible] ان کی

دکن کی ایک مایۂ ناز ہستی — طیبہ بیگم

از
رفیعہ سلطانہ بی اے (عثمانیہ)

مرحومہ کی زندگی ایک نمونہ ہے جس میں مغربی تعلیم کے محاسن کے ساتھ
قدیم مشرقی تہذیب و روایات کے حسن و وقار کا دلفریب امتزاج ہے (رشحات مایۂ ناز)

طیبہ بیگم ۱۸۷۳ء میں ایسے پُر آشوب زمانہ میں پیدا ہوئیں جب ہندوستانی سماج نیا موڑ بدل رہا تھا۔ زندگی کے قدیم نظریئے، قدیم روایات اور قدیم قدریں بدل رہی تھیں۔ زمانہ کی جدید و قدیم کی اس کشمکش نے ہندوستانی سماج میں افراط و تفریط پیدا کر دی تھی۔ ایک گروہ مغرب کی آنکھیں میچ کر تقلید کو اپنا تاج سمجھے ہوئے تھا تو دوسرا طبقہ پرانی ڈگر سے ایک انچ ہٹنے پر آمادہ نہیں تھا۔

آپ کے والد سید حسین عماد الملک سلجھے ہوئے مذاق کے حامل تھے۔ ان ہی کی تربیت کا نتیجہ ہے کہ طیبہ بیگم مرحومہ وضع سے مغربی اور دل سے مشرقی تھیں۔ آپ کی ابتدائی تعلیم ایک چھوٹے سے اسکول میں ہوئی جو اب زنانہ کالج کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ سنہ ۱۸۹۰ء میں آپ کی شادی مرزا کریم خاں خدیو جنگ ناظم طبابت سرکار آصفیہ سے ہوئی۔ خوش قسمتی سے رفیق زندگی ایسے ملے جنھوں نے آپ کی خداداد صلاحیتوں کو اجاگر کیا۔ اسی زمانہ سے محترمہ کی مصروف زندگی شروع ہوئی۔ ازدواجی زندگی کی مصروفیتوں میں گھرے رہنے کے باوجود سنہ ۱۸۹۱ء میں آپ نے مدراس یونیورسٹی سے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ آپ پہلی مسلم خاتون ہیں جنھوں نے اس زمانہ میں مدراس سے ڈگری حاصل کی۔ اس کے علاوہ انھیں عربی، فارسی اور انگریزی میں کامل دستگاہ حاصل تھی، اس کا ثبوت ان کی ان تحریروں سے ملتا ہے جنہیں ان کی دختر سکینہ بیگم صاحبہ نے یکجا کیا ہے۔ اسے دیکھیں تو ان کی ہمہ گیر شخصیت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ کبھی تو وہ ادیبہ کے روپ میں ہمارے سامنے آتی ہیں، کبھی سیل موسیٰ کے مصیبت زدگان کی امداد میں چندہ جمع کرتی نظر آتی ہیں تو کبھی اشاعت اسلام کی سعی فرماتی ہیں تو کبھی اپنی ہم جنس مظلوم بہنوں کی وکالت میں سینہ سپر کئے ہوئے ہیں۔ کبھی ایک شفیق ماں ہیں تو کبھی ایک فرمانبردار بیوی۔ ان کے کارناموں کا احاطہ کرنے کے لئے انہیں مختلف شعبوں میں تقسیم کرنا پڑے گا۔

(۱) ادبی خدمات (۲) سماجی خدمات
(۳) مذہبی خدمات (۴) طبقۂ نسواں کی خدمات
(۵) تعلیمی خدمات۔

ادبی خدمات سب سے پہلے ان کی ادبی خدمات کا جائزہ لینا ضروری ہے کیونکہ قدرت نے انھیں بڑا پاکیزہ ادبی ذوق عطا کیا تھا۔ ان کی تحریروں میں خاص لوچ و روانی اثر ہے۔ بقول فاضل مرتبہ رسائل طیبہ "صداقت و خلوص نے ان کی تحریروں کو دلنشیں و موثر بنا دیا تھا"۔ سرسید کی تحریر کو اردو ادب میں خاص مرتبہ حاصل ہے۔ طیبہ بیگم کی تحریریں سرسید کے ہی جیسی پاکیزہ، شگفتہ اور نکھری ہوئی ہیں۔ ان میں سرسید کی تحریروں سے زیادہ لطافت اور دلچسپی ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک خاتون کے قلم سے نکلی ہیں۔ اس سے پہلے اردو نثر مقفی و مسجع ہوتی تھی۔ سرسید نے نثر کا سلیس سادہ اسلوب اختیار کیا جس کی تقلید ان کے دیگر معاصرین نے کی۔ طیبہ بیگم کی تحریروں پر ان کا بہت اثر تھا۔ ان ہی کی طرح وہ مدلل اور دلنشین ہیں۔ ان کا بڑا کارنامہ ان کے ناول اور ترجمے ہیں۔ موصوفہ اردو کی طرح انگریزی کی بھی اچھی مضمون نویس تھیں۔ ان کا انگریزی کا مطالعہ بہت وسیع تھا چنانچہ ان کی تحریروں میں بہت سی انگریزی ضرب الامثال و تلمیحات ملتی ہیں۔ لیکن مولانا حالی کی طرح انگریزی لفظ اردو میں استعمال کرنے کی دلدادہ نہیں۔ ان کے اسلوب کی شگفتگی ہے۔ مرحومہ نے اردو میں دو ناول "انوری بیگم" اور "حشمت آرا" لکھے۔ اس میں شک نہیں کہ اردو ادب میں یہ ناول خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ یہ اس زمانہ میں لکھے گئے جب ناول نویسی ابتدائی حالت میں تھی۔ مولانا نذیر احمد وہ سب سے پہلے ناول نگار ہیں جنھوں نے ہندوستانی گھروں کی گھریلو معاشرت اور صحیح واقعات کو قصہ کے روپ میں پیش کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ محترمہ کے ناول انوری بیگم وغیرہ نذیر احمد کے ناولوں سے بھلا جڑا ہوا سلسلہ ہیں۔ اس کے متعلق ڈاکٹر عبدالحق کی تنقید ملاحظہ ہو:

"مرحومہ کو ادبی ذوق اپنے والد بزرگوار سے ورثہ میں ملا تھا۔ چنانچہ ان کے دو ناول جو ان کی وفات کے بعد شائع ہوئے ان کی ادبی جدت کے شاہد ہیں۔ لائق مصنفہ نے بڑی خوبی سے اس تمام زندگی کو اس طرح بیان کیا ہے کہ شریف آبادی گھرانے کی معاشرت کا صحیح نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ کہیں کہیں ظرافت کا چٹخارا بھی ہے جس سے کتاب اور دلچسپ ہوگئی ہے"۔

دوسرا امر قابل ذکر ناول "فرانکن شائن" کا اردو ترجمہ ہے جو مشکل ہوتا تو خاص چیز تھی۔ نیز ناول حشمت آرا ہے۔ انگریزی مضمون نویسی میں ان کو عبور حاصل تھا۔ انھوں نے کئی اردو نظموں کو انگریزی کا جامہ پہنایا۔ محترمہ کی ادبی خدمات بجائے خود ایک مفصل تبصرہ چاہتی ہیں جس کی اس مختصر مضمون میں گنجائش نہیں۔

سماجی خدمات ادبی خدمات سے قطع نظر آپ کی سماجی خدمات پر نظر ڈالی جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ بیک وقت وہ خلوت و جلوت میں کیسے ہم آہنگ رہ سکتی ہیں۔ بالعموم ادبی خدمات خلوت پسندوں کا حصہ ہے لیکن تعجب تو اس پر ہے کہ طیبہ بیگم صرف تحریری دنیا میں محصور نہیں رہیں بلکہ عمل کی دنیا میں بھی سرگرم عمل رہیں۔ کبھی تو آپ والی ریاست کے لئے کے جلسوں کو اپنی شرکت سے رونق بخش رہی ہیں تو کبھی بچوں کے انتظام میں مصروف ہیں، اور لیڈیز ایسوسی ایشن جلسے "دربار ہال" طے کر رہی ہیں۔ مختصراً آپ کی زندگی حرکت و عمل کی زندگی ہے۔ اکثر اوقات اپنے مکان "بلگرامی باغ" میں جلسے کرتیں۔ انھوں نے آج سے اکیس سال قبل "جدید" اور "لیڈیز ایسوسی ایشن" کی بنیاد ڈالی۔ اس کے علاوہ بقول مرزا "نامیؔ" ممالک محروسہ کی تمام زنانہ تحریکوں میں سب سے زیادہ حصہ لیں۔ چنانچہ اصلاح رسوم، اصلاح معاشرت کے سلسلہ میں انھوں نے کئی جلسے کئے، کئی تقریریں کیں اور لوگوں کو معاشرتی اصلاح کی ترغیب دلائی۔ سنہ ۱۹۱۵ء میں لیڈی امداد امام کی صدارت میں ایک نسوانی جلسہ کیا تھا۔ جب سلطان جہاں بیگم ملکہ بھوپال اور نازلی رفیعہ بیگم والی جنجیرہ حیدرآباد تشریف لائی تھیں، انھوں نے ہی جلسوں کا انتظام کیا اور ایڈریس دیئے تھے۔

محترمہ نہ صرف دکن میں بلکہ شمالی ہند میں بھی اپنے اصلاحی کاموں کی وجہ سے مشہور تھیں، چنانچہ آل انڈیا مسلم لیڈیز کانفرنس کا چھٹا اجلاس جو سنہ ۱۹۱۹ء میں کلکتہ میں منعقد ہوا اس کی صدارت کے لئے انجمن کی سکریٹری نفیس دلہن صاحبہ نے آپ کو حیدرآباد سے بلایا تھا۔

اپنے طبقہ کی خدمات ہندوستان کی مظلوم نسوانیت کا ان کے دل میں بہت احساس تھا۔ سلطان جہاں بیگم والیہ بھوپال نے اپنے طبقہ کی اصلاح کے لئے جو اقدام کیا ان سے تعاون کرنے والوں میں عطیہ بیگم کا نام سرفہرست ہے۔ ان کے والیہ بھوپال سے بہت اچھے مراسم تھے۔ وہ اکثر و بیشتر حیدرآباد سے بغرض ملاقات بھوپال تشریف لے جاتیں۔ حیدرآباد میں انجمن خواتین اسلام کی بنیاد ڈالی اس کے تحت اسکول قائم کئے۔ جہاں غریب لڑکیوں کو مذہبی تعلیم دی جاتی۔ اس کے علاوہ کئی ریزولیوشن خواتین کے حقوق کی حمایت میں پیش کئے۔

مذہبی خدمات مرحومہ اسلام کی حقیقی شیدائی تھیں اور ان کے دل میں اس کا بہت درد تھا۔ اس کا ثبوت ان کی وہ امدادیں ہیں جو انہوں نے خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام اور خواجہ برکت اللہ کی امداد کے سلسلہ میں کیں۔ انگلستان اور جاپان میں تبلیغ اسلام کے لئے بہت سا چندہ روانہ کیا۔ اس کے علاوہ خواتین میں مذہبی روح پیدا کرنے انجمن بنائی۔

تعلیمی خدمات مردوں اور عورتوں کی تعلیم سے ان کو بہت دلچسپی تھی۔ چنانچہ جب سرسید نے مسلم یونیورسٹی کے لئے چندہ کی مہم شروع کی تو آپ نے واجبی وقت سے ان کی امداد کی اور کئی ہزار چندہ جمع کیا۔ کئی اسکولوں کی امداد کی۔

اردو کی بڑی محسنوں میں تھیں۔ جامعہ عثمانیہ کی تجویز ان ہی کے والد عماد الملک نے اپنی ملازمت کے زمانہ میں تیار کی تھی جس کا مرحومہ نے اپنی ایک تقریر میں ذکر کیا ہے۔

ان سب خوبیوں کے بعد جب ان کو ایک انسان کی حیثیت سے دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک محبت کرنے والی دل اور قربان ہونے والی تھیں۔

وہ بیرونی خانہ مصروفیات میں گم ہو کر نہیں رہ گئیں کہ شوہر و بچوں کا پرواہ نہ رہا ہو۔

مختصراً عطیہ بیگم مرحومہ کی زندگی خواتین کے لئے مشعل ہدایت ہے۔ ان جیسی جلیل ہستیوں کے متعلق شاعر کہہ گیا ہے

بڑے لوگوں کی جبیں روشن ہے موج نغمات میں
جس طرح تارے چمکتے ہیں اندھیری رات میں

بقیہ صفحہ اول

جواب دیا کہ فوجوں کا تخلیہ اس تاریخ پر عمل میں لایا جائے جو معاہدہ میں درج ہے اس لئے اس مسئلہ کو وزرائے خارجہ کی کونسل میں پیش کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔

برطانوی سفیر متعینہ ماسکو نے حسب ذیل نوٹ ۲۵ نومبر ۱۹۴۵ء کو روس کے وزیر خارجہ کے پاس روانہ کیا۔ "میری حکومت نے مجھے یہ ہدایت دی ہے کہ آپ کو یہ اطلاع دوں کہ حکومت برطانیہ کو یہ معلوم کر کے تردد ہوا کہ بعض ایرانی فوجوں کو جو حکومت ایران طہران سے آذربائیجان روانہ کر رہی تھی سوویٹ فوج کے عہدہ داروں نے نقل و حرکت سے روک دیا۔ میری حکومت اس بات کو بالکل جائز سمجھتی ہے کہ حکومت ایران اپنے علاقہ میں امن قائم کرنے کی کوشش کرے اور یہ بات بھی جائز ہے کہ حکومت اس مقصد کے لئے اپنی فوجوں کو اپنے علاقہ میں حرکت میں لائے۔ اس معاہدہ کے فقرہ (۱) کی رو سے جو سوویٹ یونین، برطانیہ اور ایران کے مابین ۲۹ جنوری ۱۹۴۲ء کو منعقد ہوا تھا سوویٹ یونین اور برطانیہ پر یہ لازم آتا ہے کہ ایران کی ارضی وحدت، اقتدار اعلیٰ اور سیاسی آزادی کا احترام کریں۔ اسی معاہدہ کے فقرہ (۴) میں یہ طے کیا گیا ہے کہ ایران کے حدود اربعہ میں اتحادی فوجوں کی موجودگی فوجی قبضہ کے مماثل نہیں۔ اور یہ کہ ایران کی انتظامی مشین اور نظم و نسق میں کوئی دخل نہیں دیا جائے گا۔

اس کے علاوہ ایران سے متعلق دول ثلاثہ کا اعلان یکم دسمبر ۱۹۴۳ء کو شائع ہوا تھا اس میں سوویٹ یونین، برطانیہ اور امریکہ نے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ ایران کی ارضی وحدت اقتدار اعلیٰ اور سیاسی آزادی کو برقرار رکھا جائے۔ لہٰذا میری حکومت محسوس کرتی ہے کہ ایرانی فوجوں کو جبکہ وہ آذربائیجان جا رہی تھیں سوویٹ عہدہ داروں کا روکنا صریحاً عملی کی خلاف ورزی معلوم ہوتا ہے۔ میری حکومت کو یقین ہے کہ سوویٹ روس کی حکومت ایران میں اپنے کمانڈروں کو ہدایت کرے گی کہ وہ ایرانی فوج کی نقل و حرکت میں مزاحمت نہ کریں اور حکومت ایران کے اپنے علاقہ میں نظم و امن قائم کرنے کے خود مختارانہ اختیار میں مداخلت نہ کریں۔"

مراسلات

تصرفات بر فٹ پاتھ

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب "ملت"

خدا کا شکر ہے کہ منسپلٹی جلد ہی فٹ پاتھ کے تصرفات کو سختی کے ساتھ برخواست کیا جا رہا ہے۔ عابد روڈ، بازار صدر، عنبر سلطان بازار، نامپلی، پتھرگٹی وغیرہ کے تصرفات برخواست ہو چکے ہیں۔ دوکانداروں نے فٹ پاتھ کو اپنے مکان کا حصہ سمجھ رکھا ہے۔ فٹ پاتھ پر کرسیاں نیز تخت چوبی تختے نصب کرتے ہیں۔ اور کئی دوکانداروں نے مستقل چبوترے بھی تعمیر کر لئے ہیں۔ اس امر کے اظہار کی ضرورت نہیں پائی جاتی کہ دوکاندار ضرور شور و غل مچا رہے ہیں گے مختصر پیش کریں گے اور درخواستوں کی بھرمار کریں گے۔ اور ممکنہ کوشش کریں گے ان کا غاصبانہ قبضہ فٹ پاتھ پر قائم رہے۔ عہدہ داران متعلقہ و صدر البلدیہ بہادر سے ہماری التجا ہے کہ وہ ایسی درخواستوں پر اہمیت نہ دیں۔ اس وجہ سے کہ موجودہ صورت حال میں کوئی بھی فٹ پاتھ پر سے گزر نہیں سکتا۔ حیدرآباد کی سڑکوں کا لحاظ کرتے فٹ پاتھ کشادہ ہونی چاہئے تاکہ پبلک بہ آسانی عبور و مرور کر سکے اور آمد و رفت میں دقت نہ ہو۔ ساتھ ہی ساتھ جہاں فٹ پاتھ تنگ ہو بلدیہ اس کی وسعت کی نسبت غور کرے اور پبلک کی تعلیم کی غرض سے جیسا کہ بنگلور میں ہے۔ تختیاں آویزاں کرے کہ راہ گیر فٹ پاتھ پر چلئے۔ یہ بھی سنا گیا ہے کہ جناب عامل صاحب بلدیہ نے ٹریفک کمیٹی میں پبلک سیکل اسٹانڈ، اور حلوہ فروشوں کے مخصوص قربجات اور الکٹرک سرویس کا اسکیم پیش کیا ہے۔ پبلک سیکل اسٹانڈ جب تھوڑی دور کے فاصلہ پر قائم ہو جائیں گے تو تصرفات میں کمی ہو جائے گی اور سیکلوں کی حفاظت ہوا کرے گی سیکلوں کے چوری جانے کا بھی کم امکان ہوگا۔ اشیاء خورد و نوش کے مخصوص قربجات کے قیام کے بعد بھی نگرانی ہو سکے گی۔ یہ چلر فروش موری یا سڑک کے کنارے اشیاء خوردنی فروخت نہ کر سکیں گے۔

بہر حال ہمارا شہر ہندوستان میں ایک بڑی ریاست ہے اور جہاں تک ہم کو علم ہے خوشنما بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ فٹ پاتھ کی بدنمائی اور ناجائز قبضہ جو دوکانداروں نے رکھا ہے ایک بہت بڑا دھبہ ہے جس کا دور کرنا حکومت کا فرض ہے۔ محکمہ بلدیہ کے علاوہ محکمہ کوتوالی کو بھی نگرانی کرنی ہوگی کہ برخواستہ تصرفات دوبارہ قائم نہ ہوں۔

محکمہ بلدیہ اور کوتوالی کا اتحاد عمل اور بڑے سنجیدہ دوکانداروں کی امداد سے یہ مشکلات آسان ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ چلر فروش، پان فروش وغیرہ ابھی تو اعدہ رہبری کی واقفیت سے بہت دور ہیں ان کی رہنمائی بہتر طریقہ پر وہی لوگ کر سکتے ہیں۔

محمد علی ــــ نامپلی

تصحیح

ہمیں سرکاری ذرائع سے اس امر کی اطلاع ملی ہے کہ اخبار مملکت مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۴۸ء میں جو مراسلہ بعنوان "اگر حیدرآباد دکن نہیں ہے تو پھر دکھیوں (؟) نہیں چاہتے" شائع ہوا ہے اوس میں پیا پروپیگنڈا وغلط افواہ کے سلسلہ میں شاہ گنج کے کسی نوجوان سے موجودہ ناظم صاحب جنگلات کی قرابت اور انہیں وظیفہ دلانے کی نسبت ناظم صاحب جنگلات کی کوشش کا جو تذکرہ کیا گیا ہے وہ بالکل بے بنیاد ہے ہمیں اس کا افسوس ہے کہ اس قسم کی خبر سہو نظری سے شائع ہوگئی۔ "مملکت"

اشتہار

حاضری مدعا علیہ مرتبہ از محکمۂ عدالت دیوانی منصفی عثمان آباد واقع ماہ امرداد ۱۳۵۵ ف

نمبر مقدمہ ۱۳۳ سنہ ۱۳۵۵ ف

با جلاس مولوی سید محسن رضوی بی اے ایل ایل بی منصف عثمان آباد

بمقدمہ میراحمد بنام ایشونت

دعوے زر نقد مبلغ ۱۰۰ سکہ عثمانیہ

بنام ایشونت ولد رامارا ازنام راون قوم مرہٹہ عمر ۴۵ سال پیشہ بیوپار ساکن منڈی گورل متعلقہ سرحد ریاست اورنگ آباد جو ریاست اندور ضلع پونہ علاقہ علاقۂ سرکار مقدمہ مندرجہ عنوان میں تمہارے نام بغرض حاضری و پیروی کئی مرتبہ سمن جاری کئے گئے لیکن ہر مرتبہ تمہاری عدم موجودگی سے و نیز تمہارا اسی گاؤں میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے سمن بلا تعمیل واپس ہوئے ہیں اور تم نے آج تک حاضر ہوکر پیروی بھی نہیں کی ہے اس لئے بربنائے درخواست مدعی عدالت نے مناسب خیال کیا کہ اتمام حجت کیلئے تمہارے نام اشتہار جاری کیا جائے پس اس اشتہار کے ذریعہ تم کو اطلاع دیجاتی ہے کہ تم بتاریخ ۱۹ بہمن ۱۳۵۵ ف روز شنبہ بوقت ۱۰ بجے عدالت ہذا میں حاضر ہوکر مقدمہ ہذا کی پیروی و جواب دہی کرو ورنہ حسب ضابطہ یکطرفہ کارروائی ہوگی اور پھر کوئی عذر تمہارا قابل لحاظ نہ ہوگا۔ آج بتاریخ ۱۰ امرداد ۱۳۵۵ ف میرے دستخط و مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔ مہر دستخط منصف صاحب عدالت

مولوی حسن رضا کی غلط بیانی

حکومت کو مرکزی مجلس اتحاد المسلمین کے ایک حالیہ اجلاس کی بعض اخباری اطلاعوں کا علم ہوا ہے جو مقامی اخبارات میں شائع ہوئی ہیں۔ بتایا گیا ہے کہ مجلس دوادارہ کے صدر نے یہ بیان کیا کہ جو روش دارالسلام کے سلسلہ میں اس جماعت نے اختیار کیا تھا اس کے نتیجہ کے طور پر نواب رحمت یار جنگ بہادر سابق کوتوال بلدہ کو توسیع نہیں دی گئی۔ اور نواب علی یاور جنگ بہادر کا اب حکومت کی رکنیت پر تقرر کرنے کے بجائے انہیں متعلقہ امور عامہ و عدالت و کوتوالی کے عہدہ سے معین امیر جامعہ عثمانیہ کے عہدہ پر منتقل کیا گیا۔ چونکہ یہ اطلاعیں حقیقت پر مبنی نہیں ہیں اور اس کا امکان ہے کہ عوام کے ذہن میں ان سے غلط فہمی پیدا ہو اس لئے حکومت اس امر کا اعلان کرنا ضروری سمجھتی ہے کہ ایک عہدہ دار کی وظیفہ پر سبکدوشی اور دوسرے عہدہ دار کی منتقلی اور ترقی کسی عدم اعتماد کے نتیجہ کے طور پر نہیں بلکہ معمولی طریقہ پر عمل میں آئی ہے اور ہر دو کو ہنوز حکومت کا اعتماد حاصل ہے۔ (دکن نیوز)